سیرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

تحریر:۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز علوی

حفظہ اللہ

سیرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیان کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے چند باتوں کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے۔

۱۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت وکردار کا اجمالی تذکرہ قرآن وسنت میں موجود ہے۔ اس لئے ان کے بارے میں کوئی ایسی تاریخی روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ جو قرآن وسنت کی تصریحات کے منافی ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا وان تولوا فانما هم فی شقاق" (آیت ۱۳۸ البقرہ)

پس اگر وہ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم اس پر ایمان لائے ہو تو وہ راہ یاب ہوئے اور اگر وہ اعراض کریں تو پھر وہ درپئے مخالفت ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا۔ "محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله ورضوانا" (سورۃ الفتح) محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحیم وشفیق ہیں تم ان کو رکوع وسجود میں دیکھو گے وہ اللہ سے فضل اور رضا مندی کے خواہاں ہیں۔

تیسری جگہ فرمایا "لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعدالله الحسنی" (الحدید آیت نمبر۱۰) تم میں سے برابر نہیں جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا ان کا درجہ بہت بڑا ہے ان سے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑائی میں حصہ لیا۔ اور اللہ نے دونوں سے اچھا وعدہ کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "خیرامتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم" میری امت کے بہترین لوگ میرے عہد کے لوگ ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہونگے پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہونگے۔ (بخاری ج ا ص ۵۱۵)

اور فرمایا "لا تسبوا اصحابی فلوان احدکم انفق مثل احد ذهبا مابلغ مداحدهم ولا نصیفه" (بخاری ج ا ص ۵۱۸)

میرے ساتھیوں پر طعن و تشنیع نہ کرو اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد بلکہ نصف مد کو بھی نہیں پہنچے گا۔

اس کی مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا۔ الله الله فی اصحابی' الله الله فی اصحابی لا تتخذوهم غرضا من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن اذاهم فقداذانی ومن اذانی فقد اذی الله ومن اذی الله فیوشک ان یا خذه (جامع ترمذی)

اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملہ میں پھر کہتا ہوں میرے صحابہ کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرنا' اللہ سے ڈرنا' میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا۔ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو مجھ سے محبت کی وجہ سے ہی ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض و نفرت کی تو مجھ سے بغض کی بنا پر ہی ان سے بغض رکھا۔ جس نے ان کو تکلیف پہنچائی تو اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی۔ تو قریب ہے اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لیں۔

اسلئے امام طحاوی المتوفی ۳۱۰ھ اھل السنۃ کا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔

"ونحب اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا نفرط فی حب احدمنهم ولا نتبرا من احدمنهم ونبغض من یبغضهم وبغیر الخیر یذکرهم ولا نذکرهم الا بخیر وحبهم دین وایمان واحسان وبغضهم کفرونفاق وطغیان" (شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۵۲۸)

ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی محبت میں غلو نہیں کرتے اور نہ ہی ان میں سے کسی ایک سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ جو ان سے بغض رکھتا ہے اور خیر کے بغیر انکا تذکرہ کرتا ہے ہم اس سے بغض رکھتے ہیں اور انکا ذکر خیر ہی کرتے ہیں اور انکی محبت دین ایمان اور احسان ہے ان سے بغض کفر نفاق اور طغیان ہے۔

تاریخ پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ابو بکر ابن العربی المتوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں۔

"فاقبلوا الوصية ولا تلتفتوا الا ماصح من الاخبار واجتنبوا كما ذكرت لكم۔ اهل التواريخ فانهم ذكروا عن السلف اخبارا صحيحة يسيرة ليتوسلوا بذالك الى رواية الاباطيل"

وصیت کو قبول کرو اور صحیح روایات کے سوا کسی چیز کی طرف التفات نہ کرو اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔ موزخین سے احتراز کرو۔ کیونکہ انہوں نے سلف کے بارے میں چند صحیح روایات اس لئے بیان کر دی ہیں تاکہ ان کو باطل روایات کے بیان کے لئے وسیلہ و زینہ بنائیں

(العواصم من القواصم ص ۲۴۵)

کتاب کے خاتمہ پر لکھتے ہیں وقد بينت لكم انكم لا تقبلون على انفسكم فى دينار بل فى درهم الا عدلا بريئا من التهم سليما من الشهوة فكيف تقبلون فى احوال السلف وماجرى بين الاوائل لمن ليس له مرتبة فى الدين فكيف فى العداله (ص ۲۵۲)

میں بیان کر چکا ہوں۔ تم اپنے بارے میں ایک دینار بلکہ ایک درھم کے سلسلہ میں ایک ایسے انسان کی گواہی قبول کرتے ہو جو عادل ہو، تہمتوں سے پاک، خواہشات نفسانی سے محفوظ ہو، تو پھر سلف کے حالات اور ان کے درمیان پیدا ہونے والے واقعات کے بارے میں ایسے لوگوں کی روایت کیوں قبول کرتے ہو، جس کی کوئی دینی حیثیت ہی نہیں۔ چہ جائیکہ وہ عادل ہوں۔

تاریخی روایات پر ابن جریر طبری کا تبصرہ:- وليعلم الناظر فى كتابنا

هذا ان اعتمادی فی کل ماحضرت ذکره فیه مما شرطت انی راسمه فیه انماهو علی مارویت من الاخبار التی انا ذاکرها فیه والاثار التی انا مسندها الی رواتها فیه۔ دون ماادرک بحجج العقول واستنبط بفکر النفوس الاالیسیر القلیل منه اذ کان العلم بماکان من اخبار الماضین وماهو کائن من انباء الحادثین غیر واصل الی من لم یشاهدهم ولم یدرک زمانهم الاباخبار المخبرین ونقل الناقلین دون استخراج بالعقول والاستنباط بفکر النفوس فمایکن فی کتابی هذا من خبر ذکرناه عن بعض الماضین ممایستنکره قارئه او یستشنعه سامعه من اجل انه لم یعرف له وجهافی الصحة ولامعنی فی الحقیقة فلیعلم انه لم یوت فی ذالک من قبلنا وانما اتی من قبل بعض ناقلیه الینا وانا انما ادینا ذالک علی نحو ما ادی الینا" (ج۱ص ۷-۸)

ہماری اس کتاب کے ناظرین کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ میں نے اس میں جو کچھ بیان کیا ہے اس میں میرا اعتماد ان روایات پر ہے جو میں اس میں بیان کروں گا اور ان آثار پر جن کو میں ان کے راویوں کی طرف منسوب کروں گا۔ عقلی دلائل اور نفس کے استنباط پر نہیں مگر انتہائی کم اور تھوڑے مقامات پر، کیونکہ گزشتہ لوگوں کے بارے میں روایات اور موجودہ دور کے لوگوں کے حالات کا علم ان لوگوں کو جنہوں نے ان کا مشاہدہ نہیں کیا اور ان کے زمانہ کو نہیں پایا۔ خبر دینے والوں کی خبر اور نقل کرنے والوں کی نقل کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔ عقلی استخراج اور غور و فکر کے ذریعہ استنباط کر کے ممکن نہیں۔ اس لئے میری اس کتاب میں گزرے ہوئے لوگوں کے حالات میں اگر کوئی ایسی روایت ہو، جس کو قاری اجنبی خیال کرے اور نہ اس کا کوئی حقیقی مفہوم بنتا ہے تو اس کو جان لینا چاہئے یہ ہماری طرف سے نہیں ہے یہ ہم تک نقل کرنے والوں کی طرف سی ہے۔ ہم نے تو جیسے ہم تک پہنچا بیان کر دیا۔

تاریخ اور مورخین پر علامہ ابن کثیر کا تبصرہ:- بہت سے مورخ حضرات مثلاً ابن جریر وغیرہ نے جو مجہول الحال اور غیر معروف راویوں سے جو یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت علی نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا تو نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور عثمانؓ کو محض اس بنا پر منتخب کیا ہے کہ وہ تیرا داماد ہے تاکہ وہ ہمیشہ تمہیں اور سلطنت کے سلسلہ میں مشورہ میں شریک رکھے۔ اسلئے حضرت علیؓ بیعت کرنے سے ہچکچائے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا

فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیوتیہ اجرا عظیما (سورۃ فتح)

اور اس کے علاوہ روایات جو حدیث کی صحیح روایات کی مخالف ہیں ایسی روایات ان کے قائلین اور ناقلین پر رد کر دینے کے قابل ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں ہمارے تصورات اس کے خلاف ہیں جو روافض اور داستان گو، کم عقل لوگوں کی روایات سے متوھم ہوتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں جو صحیح اور ضعیف درست ونادرست اور کمزور اور حق وباطل میں امتیاز نہیں کرسکتے۔ (البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۱۴۷)

تدوین تاریخ:- یہ ایک حقیقت ہے کہ تاریخ کی تدوین بنوامیہ کے دور حکومت کے خاتمہ کے بعد بنوعباس کے دور میں شروع ہوئی۔ اور بنوعباس نے بنوامیہ کے ساتھ جو سلوک روا رکھا اس کا تقاضا تھا کہ بنوامیہ کی طرف ہر قسم کی برائی منسوب کی جائے اس لئے ہر قسم کے عیوب ونقائص ان کی طرف منسوب کیئے گئے اور اس میں حضرت عثمانؓ حضرت معاویہؓ اور ان کے طرف دار صحابہ مغیرہ بن شعبہؓ اور عمرو بن العاصؓ وغیرہم کو خصوصی ہدف بنایا گیا۔ بنوعباس کے حکومت کے جواز کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا۔ بنوامیہ کیساتھ جو سلوک بنوعباس نے روا رکھا۔ اس کو مولانا مودودی کے الفاظ میں پڑھئے بنوامیہ کے دارالسلطنت دمشق کو فتح کرکے عباسی فوجوں نے وہاں قتل عام کیا جس میں پچاس (۵۰) ہزار آدمی مارے گئے۔ ستر (۷۰) دن تک جامع بنی امیہ گھوڑوں کا اصطبل بنی رہی حضرت معاویہ سمیت تمام بنی امیہ کی قبریں کھود ڈالی گئیں۔ ہشام بن عبدالملک کی لاش قبر میں صحیح سلامت مل گئی۔ تو اس کو کوڑوں سے پیٹا گیا۔ چند روز تک اسے منظر عام پر لٹکائے رکھا گیا اور پھر جلا کر اس کی راکھ اڑا دی گئی۔ بنی

امیہ کا بچہ بچہ قتل کیا گیا اور ان کی تڑپتی ہوئی لاشوں پر فرش بچھا کر کھانا کھایا گیا، بصرے میں بنی امیہ کو قتل کرکے ان کی لاشیں ٹانگوں سے پکڑ کر کھینچی گئیں اور انہیں سڑکوں پر ڈال دیا گیا۔ جہاں کتے انہیں جھنجھوڑتے رہے یہی کچھ مکہ اور مدینہ میں بھی ان کے ساتھ کیا گیا۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۹۲۔ ۱۹۳)

اور اس ظلم وستم کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا انجام بھی مولانا مودودی مرحوم کی قلم سے پڑھئے۔ سفاح کے خلاف موصل میں بغاوت ہوئی تو اس نے اپنے بھائی یحیٰ کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا یحیٰ نے اعلان کیا کہ جو شہر کی جامع مسجد میں داخل ہو جائے گا اس کے لئے امان ہے لوگ ہزاروں کی تعداد میں وہاں جمع ہو گئے پھر مسجد کے دروازوں پر پہرہ لگا کر ان امان یافتہ پناہ گزینوں کا قتل عام کیا گیا اور گیارہ ہزار آدمی مار ڈالے گئے رات کو یحیٰ نے ان عورتوں کی آہ وبکا کا شور سنا جن کے مرد مارے گئے تھے اس نے حکم دیا کہ کل عورتوں اور بچیوں کی باری ہے اس طرح تین دن موصل میں قتل وغارت کا بازار گرم رہا۔ جس میں عورت مرد، بچہ بوڑھا کوئی معاف نہ کیا گیا یحیٰ کی فوج میں ۴ ہزار زنگی تھے وہ موصل کی عورتوں پر ٹوٹ پڑے اور زنا بالجبر کا طوفان برپا کر دیا۔ ایک عورت نے یحیٰ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے شرم دلائی کہ تم نبی ہاشم سے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد ہو، تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ تمہارے زنگی سپاہی عرب مسلمان عورتوں کی آبرو ریزی کرتے پھر رہے ہیں یحیٰ کو غیرت آگئی اس نے اپنی فوج کے زنگی سپاہیوں کو تنخواہوں اور انعامات کا لالچ دے کر جمع کیا اور سب کو قتل کرا دیا۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۹۳)

کیا اس دور میں لکھی گئی تاریخ میں بنوامیہ کے لئے سیاہ کارناموں کے سوا کسی چیز کو جگہ مل سکتی تھی لیکن اس کے باوجود بنوامیہ کے روشن کارناموں کا تاریخ میں جگہ پالینا کیا عجوبہ روز گار نہیں ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ بنوامیہ کو تو بدنام کیا جانا ہی تھا بنوہاشم کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کی محبت وعقیدت کے بل بوتے پر بنوامیہ کی روشن تاریخ کو مسخ کیا گیا ان کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ تاریخ کے آئینہ میں حضرت ... بیعت کا واقعہ پڑھئے

اور دیکھیے کس طرح ابو سفیان اور علی رضی اللہ عنہما کے چہرہ کو داغ دار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

الامامہ والسیاستہ کے مصنف ابن قتیبہ دینوری (٢١٢-٢٧٦ھ) لکھتے ہیں۔

قال انا احق بھذا الامر منکم لا ابا یعکم و انتم اولی بالبیعة لی' اخذتم ھذا الامر من الانصار واحتججتم علیھم بالقرابة من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تاخذونه منا اھل البیت غصبا الستم تزعمون للانصار انکم اولی بھذا الامر منھم لما کان محمد منکم فاعطوکم المقادة وسلموا الیکم الامارة و انا احتج علیکم بمثل احتججم به علی الانصار نحن اولی برسول اللہ حیا و میتا۔ فانصفونا ان کنتم مومنین۔ والا فبو و بالظلم و انتم تعلمون (ص ۱۱)

حضرت ابو عبیدة بن الجراح نے حضرت علی کو حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے لئے قائل کرنے کی کوشش کی تو حضرت علی نے ان کو جواب دیا۔

اللہ اللہ معشر المھاجرین لا تخرجوا سلطان محمد فی العرب عن داره و قعر بیته الی دورکم و قعور بیوتکم و لا تدفعوا اھله عن مقامه فی الناس وحقه فو اللہ یعشر المھاجرین لنحن احق الناس لانا اہل البیت ونحن احق بھذا الامر منکم فلا تتبعوا الھوی فتضلوا عن سبیل اللہ فتزدادوا من الحق بعدا (ص ١٢) اے مہاجرین کی جماعت اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ محمد ﷺ کے عربوں میں اقتدار کو اس کے گھرانے اور اس کے گھر کے اندر سے نکال کر اپنے گھرانوں اور اپنے گھروں کے اندر نہ لے جاؤ۔ اور اسکے اہل کو لوگوں میں جو ان کا مقام اور حق ہے اس سے نہ

ہٹاؤ۔ اللہ کی قسم اے مہاجروں کی جماعت ہم سب لوگوں سے اس کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ اس کا گھرانہ ہیں اور اس معاملہ کے ہم تم سے زیادہ حق دار ہیں خواہشات کے پیچھے لگ کر اللہ کے راستہ سے نہ ہٹو اور حق سے دوری میں نہ پڑھو۔ جب بشیر بن سعد انصاری نے یہ باتیں سنیں تو کہا اے علیؓ اگر ابو بکرؓ کی بیعت سے پہلے ہم تیری یہ کلام سن لیتے تو ان میں سے کوئی بھی تیری مخالفت نہ کرتا۔ حضرت علیؓ رات کو حضرت فاطمہؓ کو سواری پر سوار کر کے انصار کی مجلسوں میں گئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے تعاون و نصرت کا سوال کیا انہوں نے جواب دیا اے اللہ کے رسول کی بیٹی اب تو ہم بیعت کر چکے ہیں اگر تیرا خاوند ابو بکرؓ سے پہلے آجاتا تو ہم اس کے برابر کسی کو قرار نہ دیتے۔ (الامامہ والسیاسہ ص ۱۲)

دوسری طرف مولانا سید ابوالحسن علی ندوی "المرتضیٰ" میں یہ سرخی قائم کرتے ہیں "حضرت علی کی آزمائش اور ان کی ثابت قدمی" اس کے نیچے لکھتے ہیں خلافت صدیقی کے شروع دور میں ہی ایک ایسا آزمائشی مرحلہ پیش آیا۔ جس میں حضرت علی کے طرز عمل نے واضح طور پر ثابت کر دیا۔ کہ وہ خاندانی عصبیت اور سیاسی طرز فکر سے (جو موقعہ سے فائدہ اٹھاتا ہے) کوسوں دور اور خلوص و ایثار کا پیکر تھے ابن عساکر نے سوید بن غفلہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ

ابو سفیانؓ حضرت علی اور حضرت عباسؓ کے پاس آئے اور کہا اے علی اور اے عباس کیا بات ہے کہ خلافت قریش کے اس قبیلہ میں گئی جو مرتبہ کے اعتبار سے پست اور تعداد کے لحاظ سے بہت کم ہے بخدا اگر تم دونوں آمادہ ہو تو ہم مدینہ کو اپنے حامیوں اور مویدین کے لشکر سے بھر دیں حضرت علیؓ نے جواب دیا خدا کی قسم میں ہرگز اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اگر ہم نے ابو بکر کو خلافت کا اہل نہ سمجھا ہوتا تو ہم اس آسانی سے منصب خلافت ان کے حوالہ نہ کرتے۔ اے ابو سفیان اہل ایمان کا شعار خلوص و صداقت ہے وہ ایک دوسرے کے خیرخواہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔ خواہ ان کے مستقر اور ان کے اجسام میں مکانی طور پر کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو۔ قلب و زبان کا تفاوت اور قول و عمل کا تضاد منافقین کا شیوہ ہے۔

نہج البلاغہ کی شرح ابن ابی الحدید میں مذکور ہے کہ جب ابو سفیان نے حضرت علیؓ سے اجازت طلب کی کہ وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرلیں تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ تم ہم سے ایسی بات کے طالب ہو جو ہمارا کام نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت کی ہے جس پر ہم قائم ہیں ابو سفیان یہ سن کر حضرت عباسؓ کے گھر گئے اور کہا اے ابوالفضل تم اپنے برادر زادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے زیادہ مستحق ہو ہاتھ بڑھاؤ میں تمہیں خلیفہ تسلیم کرتا ہوں، جب میں تم سے بیعت کرلوں گا تو کوئی بھی تمہارے بارے میں اختلاف نہیں کرے گا حضرت عباس یہ سن کر ہنسے اور کہا کہ ابو سفیان جس چیز کو علیؓ نامنظور کریں اس کا میں طالب ہوں یہ سن کر ابو سفیان ناکام واپس آئے۔ (المرتضیٰ ص ۱۴۷۔ ۱۴۸)

ابو سفیان کے بارے میں آئینہ تاریخ کو مزید چمکدار بنانا ہو تو یہ مضمون سید محمد ذوالقرنین زیدی کی تصنیف حضرت امیر معاویہؓ تاریخ کے آئینہ میں کا باب دوم حضرت ابو بکر کی بیعت سے حضرت ابو سفیان کا انکار (ص ۳۶ تا ۳۹) ملاحظہ کیجئے۔

حضرت علیؓ کے بارے میں اگر آئینہ کو مزید اجلا کرنا ہو۔ اور یہ دیکھنا ہو کہ وہ خلافت کے کس قدر حریص تھے تو تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۲۷ تا ۲۳۸ پڑھ لیجئے۔ (مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی)

تاریخ کے آئینہ میں صرف بنو امیہ کی شکل ہی نہیں بگاڑی گئی بلکہ تمام صحابہ کرام کی سیرت کو داغ دار بنانے کی سر توڑ کوشش کی گئی ہے تاریخ طبری میں حضرت عثمانؓ کے خلاف بلوائیوں کی بغاوت کی حقیقت کو سمجھنے کے باوجود ان کے خلاف غلط الزامات کو قبول کیا گیا ہے عبداللہ بن سباء کی شخصیت سے پہلے نقاب اٹھاتے ہوئے لکھا ہے عبداللہ بن سباء صنعاء کا ایک یہودی تھا اس کی ماں سوداء تھی حضرت عثمانؓ کے دور میں مسلمان ہوا۔ پھر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی خاطر مختلف اسلامی شہروں میں گھوما پھرا، پہلے حجاز آیا پھر بصرہ پھر کوفہ پھر شام گیا کسی شامی کو اپنی مقصد بر آری کے لئے استعمال نہ کرسکا۔ بلکہ انہوں نے اسے وہاں سے نکال دیا تو مصر آکر آباد ہوگیا۔ اور مصریوں کو کہنے لگا کس قدر تعجب انگیز بات ہے۔ کہ یہ سمجھا جائے

حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے لیکن محمد کی رجعت کا انکار کیا جائے حالانکہ اللہ کا فرمان ہے۔ "ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد"

بیشک جس نے تم پر قرآن کی ذمہ داری ڈالی ہے وہ تمہیں ایک اچھے انجام تک پہنچا کر رہے گا پس محمد ﷺ عیسیٰ علیہ السلام سے واپسی کے زیادہ حقدار ہیں اس بات کو قبول کرلیا گیا۔ اس طرح اس نے رجعت کا مسئلہ تراشا اس پر گفتگو شروع ہوگئی پھر کہنے لگا ہزاروں نبی گزرے ہیں ہر نبی کے لئے وصی تھا اور علی محمد ﷺ کے وصی ہیں پھر کہنے لگا محمد خاتم الانبیاء ہیں اور علی خاتم الاوصیاء اس کے بعد کہے گا اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو نافذ نہ کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی پر چڑھائی کرتے ہوئے امت کے معاملات اپنی گرفت میں لے لے۔ اس کے بعد کہنے لگا عثمانؓ نے ناحق امارت حاصل کرلی ہے یہ رسول اللہ کا وصی موجود ہیں تیار ہو کر اس معاملہ کے لئے تحریک برپا کیجئے آغاز اپنے امراء پر طعن و تشنیع سے کرو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرو اور اس کام کی دعوت دو۔ اس کے لئے اس نے داعی پھیلائے مختلف شہروں میں جن لوگوں کو بگاڑ کر ہمنوا بنالیا ان سے خط وکتاب کی۔ پوشیدہ طور پر اپنی دعوت کو پھیلایا اور اظہار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کیا مختلف شہروں کی طرف امیروں کے فرضی عیوب اور نقائص لکھ کر ارسال کئے ہر شہر کے فسادی یہ کام کرتے دوسرے شہروں کی طرف خط لکھے گئے اور اہل مدینہ کو تمام شہروں کی طرف سے خط وصول ہونے لگے (طبری ج ۳۴۰۔ ۳۴۴، طبری ج ۵۔ ص ۹۸۔ ۹۹)

یہ صورت حال پینتیس ۳۵ھ میں پیش آئی بصرۃ کوفہ اور مصر ان کاموں کا مرکز تھے حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے مختلف شہروں کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے مختلف شہروں میں صحابہ کرام کو بھیجا محمد بن مسلمہ کوفہ گئے اسامہ بن زید بصرہ عمار بن یاسر مصر عبداللہ بن عمر شام اس طرح دوسرے علاقوں میں اور صحابہ کو بھیجا گیا۔

فرجعوا جميعا قبل عمار فقالوا ايها الناس ما انكرنا شيئا ولا انكره اعلام المسلمين ولا عوامهم وقالوا جميعا

الامر امر المسلمین الا ان امرائهم یقسطون بینهم و یقیمون علیهم تمام فرستادے عمار سے پہلے واپس آگئے اور بتایا اے لوگو ہم نے کوئی خرابی نہیں دیکھی۔ اور مسلمانوں کے علماء و عوام کو کوئی برائی نظر نہیں آئی۔ سب نے کہا کہ مسلمانوں کے معاملات درست ہیں ان کے گورنر عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کے معاملات کی نگرانی کرتے ہیں حضرت عمار نہ آئے تو لوگوں نے سمجھا ان کو دھوکے سے قتل کر دیا گیا ہے۔ اتنے میں والی مصر عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کا خط آگیا۔ ان عمارا قد استماله قوم بمصر و قد انقطعوا الیه منهم و کنانة عبدالله بن السوداء خالد بن ملجم و سودان بن حمران بن بشر

عمار کو مصر کے چند لوگوں نے اپنی طرف مائل کر لیا ہے اور ان کے گرد جمع ہو گئے ہیں ان میں عبداللہ بن سوداء خالد بن ملجم سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر نمایاں ہیں (طبری ج ۴ ص ۳۴۱ احیاء التراث الاسلامی) اور یہی چار باغیوں کے سرغنہ تھے۔

رجب ۳۵ء میں مصر سے کچھ باغی عمرہ کرنے والوں کا لبادہ اوڑھ کر نکلے۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے حضرت عثمان کو آگاہ کر دیا۔ کہ کچھ لوگ عمرہ کرنے والوں کا لبادہ اوڑھ کر آپ کے خلاف ہنگامہ کھڑا کرنے کی نیت سے آرہے ہیں جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت عثمان نے حضرت علی سے کہا ان کے مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ان کے پاس جاؤ اور انہیں واپس ان کے علاقہ میں بھیج دو۔ کچھ اور اشراف کو بھی ان کے ساتھ بھیجا اور کہا عمار بن یاسر کو بھی ساتھ لے لو۔ حضرت علی سے حضرت عمار سے چلنے کے لئے کہا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ حضرت عثمان نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو کہا عمار کے پاس جاؤ اور اسے حضرت علی کے ساتھ جانے پر آمادہ کرو لیکن انہوں نے سختی سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ حضرت عثمان کے خلاف تھے۔ حضرت عمار اور عباس بن عتبہ بن ابی لھب کا باہمی تنازعہ ہوا تھا اور حضرت عثمان نے دونوں کو سرزنش کی تھی۔ اسلئے عمار ان کے خلاف ہو گئے اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتے تھے۔

"فنهاه سعد بن ابی وقاص عن ذالك ولامه عليه فلم يقلع عنه ولم يرجع ولم ينزع حضرت علی ان کے پاس جمع گئے كانوا يعظمونه ويبالغون فی امره فردهم وانبهم وشتمهم فرجعوا على انفسهم بالملامة وقالوا هذا الذى تحاربون الا بسببه وتحتجون عليه به"

پھر حضرت علی نے عثمان کے سلسلہ میں ان سے مناظرہ کیا اور ان سے کہا بتاؤ تمہیں عثمان پر کیا اعتراض ہے انہوں نے کہا، اس نے چراگاہ محفوظ کی ہے قرآنی نسخوں کو جلایا ہے حج کے موقع پر نماز پوری پڑھتے ہیں نوخیزوں کو عمال مقرر کیا ہے بنو امیہ کو دوسروں سے زیادہ دیتے ہیں حضرت علی نے ان چیزوں کا جواب دیا چراگاہ مسلمانوں کے صدقہ کے اونٹوں کو موٹا تازہ کرنے کے لئے محفوظ کی اپنے اونٹوں اور بھیڑوں کے لئے نہیں۔حضرت عمر نے بھی اپنے دور میں چراگاہ محفوظ کی تھی۔ صرف انہیں مصاحف کو جلایا جو اختلاف کا باعث بن سکتے تھے اور متفق علیہ مصحف کو برقرار رکھا ہے۔ مکہ میں شادی کرلی ہے۔اور اقامت کی نیت سے پوری نماز پڑھی۔

واما توليته الاحداث فلم يول الارجلا سويا عدلا وقدولى النبی صلی الله عليه وسلم عتاب ابن اسيد على مكة وهو ابن عشرين سنة وولى اسامة بن زيد وطعن الناس فی امارته واما ايثاره قومه بنی اميه فقد كان النبی صلی الله عليه وسلم يوثر قريشا على الناس ووالله لو ان مفتاح الجنة بيدی لادخلت بنی اميه اليها (ابن کثیر (ج ۷ ص ۱۷۰-۱۷۱)

حضرت عثمان نے اس میں خطبہ دیا اور صحابہ کرام کو گواہ بنا کر اعتراضوں کا جواب دیا۔ جب تمام الزامات بے بنیاد ہوگئے تو صحابہ کرام کی ایک جماعت نے ان لوگوں کو سزا دینے کا مشورہ دیا۔ لیکن حضرت عثمان نے درگزر فرمایا اور یہ لوگ ناکام و نامراد واپس چلے گئے کچھ عرصہ کے بعد شوال میں پھر اہل مصر اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے باہمی خط و کتابت کے ذریعہ پلان تیار کیا

اور بقول ابن کثیر زورت کتب علی لسان الصحابة الذین بالمدینة وعلی لسان علی وطلحة والزبیر یدعون الناس الی قتال عثمان ونصرالدین وانه اکبرالجهاد الیوم (ج ۷ صفحہ ۱۷۳)

حضرت عثمان نے ایک مخزومی اور ایک زہری کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے ان کے پاس بھیجا اور کہا جاؤ ان کے بارے میں معلومات حاصل کرو کہ وہ کیا چاہتے ہیں یہ دونوں شخص ایسے تھے جن کو حضرت عثمان نے کسی وجہ سے سزا دی تھی انہوں نے سزا کو قبول کر لیا تھا اور حضرت عثمان کے خلاف کسی قسم کا حسد و کینہ نہ رکھتے۔ (لیکن بلوائی سمجھتے تھے کہ یہ حضرت عثمان کے مخالف ہیں) اس لئے انہوں نے ان کو اصل ارادہ سے آگاہ کر دیا۔ انہوں نے ان سے پوچھا من معکم علی هذا من اہل المدینة قالوا ثلاثة نفر انہوں نے پوچھا تم اپنا مقصد کیسے حاصل کرو گے انہوں نے کہا فریدان نذ کرله اشیاء قد زرعنا ها فی قلوب الناس ثم نرجع الیهم فنزعم لهم انا قردناه بها فلم یخرج منها ولم یتب ثم نخرج کان حجاج حتی نقدم فنحیط به فنخلعه فان ابی قتلناه وکانت ایاها فرجعا الی عثمان بالخبر فضحك وقال اللهم سلم هولاء فانك ان لم تسلمهم شقوا (ج ۵ ص ۱۰۲ ابن جریر)

اس کے بعد مصری حضرت علی کے پاس آئے کوفی زبیر کے پاس اور بصری طلحہ کے پاس سب نے ان کو دھتکارا اور لعن طعن کی۔ پھر واپسی کا اظہار کر کے چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد پھر اچانک آ گئے اور مدینہ میں آکر طوفان برپا کر دیا اور حضرت عثمان کا محاصرہ کر لیا لوگ سہم کر گھروں میں بیٹھ گئے حضرت علی مصریوں کے پاس آئے زبیر کوفیوں کے پاس اور طلحہ بصریوں کے پاس۔ سب نے کہا۔ مصریوں میں بعض کے بارے میں عثمان نے خط لکھ کر اپنے مصری عامل کی طرف بھیجا ہے کہ ان کو قتل کر دینا۔ اس لئے ہم واپس آ گئے ہیں بقول طبری کانما کانوا علی میعاد۔ گویا پہلے سے طے شدہ وقت تھا۔ تو حضرت علی نے پوچھا۔

کیف علمتم یا اهل الکوفه ویا اهل البصره بمالقی اهل

مصر، فقد سرتم مراحل ثم طويتم نحونا۔ هذا والله امرا برم بالمدينة قالوا فضعوه على ماشئتم لا حاجة لنا في هذا الرجل ليعتزلنا (طبری ج ۵ ص ۱۰۵)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ فقال لهم الصحابة كيف علمتم بذالك من اصحابكم وقد افترقتم وصار بينكم مراحل انما هذا امر اتفقتم عليه فقالوا اضعوه على ماارد تم' لا حاجة لنا في هذا الرجل يعتزلنا نحن نعتزله (ارایة ج ۷ ص ۱۷۴)

پھر جلد ۵ ص ۱۰۸ پر لکھتے ہیں۔ مصری خط لے کر مدینہ واپس حضرت علی کے پاس آئے اور کہنے لگے الم ترعد والله انه كتب فينا بكذا و كذا وان الله قد احل دمه قم معنا اليه۔ قال والله لا اقوم معكم الى ان قالوا فلم كتبت الينا فقال والله ما كتبت اليكم كتابا قط فنظر بعضهم الى بعض ثم قال بعضهم لبعض الهذا تقاتلون او لهذا تغضبون

دوسری جگہ لکھتے ہیں حضرت عثمان نے ان کے بارے میں خطبہ دیا۔ مخزومی اور زھری آدمی نے اصل حقیقت بتائی۔

فقالوا جميعا اقتلهم۔ فان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من دعا الى نفسه او الى احد وعلى الناس امام فعليه لعنة الله فاقتلوه (ج ۵ ص ۱۰۲) فقال عثمان بل نعفو تقبل ونبصرهم بجهدنا ولا نحاد احدا حتى يركب حدا او يبدى كفرا۔

ان تمام امور کے باوجود امام طبری لکھتے ہیں۔ لما رای الناس ما صنع عثمان كتب من بالمدينة من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم الى من في الآفاق منهم وكانوا تفرقوا انكم خرجتم ان

تجاهدوا فی سبیل اللہ عزو جل و تطلبون دین محمد فان دین محمد۔ قدافسد من خلفکم و ترک فھلموا فاقیموا دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم فاقبلوا من کل افق حتی قتلوہ (طبری ج ۵ ص ۱۱۵)

جب لوگوں نے عثمانؓ کی حرکات کو دیکھا تو مدینہ میں رہائش پذیر صحابہ نے مختلف سرحدوں کی طرف گئے ہوئے صحابہ کو لکھا تم اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے نکلے ہو۔ اور دین محمدی کے قیام کے خواہاں ہو' تمہارے پیچھے دین محمدی کو بگاڑ دیا گیا ہے اور اسے چھوڑا جا چکا ہے فوراً واپس آؤ' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو قائم کرو وہ ہر طرف سے واپس آئے۔ حتی کہ اگر عثمان کو قتل کر ڈالا۔ اسی طرح حضرت عثمان نے حضرت معاویہ سے مدد و نصرت کے حصول کے لئے انہیں خط لکھا تو بقول امام طبری

فلما جاء معاویۃ الکتاب تربص بہ وکرہ اظہار مخالفۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد علم اجتماعھم (ج ۴ ص ۳۶۸)

جب معاویہ کو خط پہنچا تو اس نے انتظار کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی مخالفت کو اچھا نہ سمجھا کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ وہ سب عثمان کے خلاف متفق ہیں۔

الامامۃ والسیاسۃ کے مصنف صحابہ کرام کے چہرہ کو آشکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں جب حضرت طلحہ نے اشتر کو بلا کر روکنے کی کوشش کی تو اس نے جواب دیا پہلے تو ہماری طرف تم نے پیغام بھیجا اور تمہارا فرستادہ یہ خط لے کر آیا۔ پھر اس نے خط پیش کیا جس میں لکھا تھا "من المھاجرین الاولین وبقیۃ شوری الی من بمصر من الصحابۃ والتابعین" (ص ۳۵) مہاجرین اولین اور شوری کے باقی ماندہ افراد کی طرف سے مصر میں موجود صحابہ و تابعین کی طرف۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ یہاں کتاب اللہ کو بدل دیا گیا ہے سنت کو بھی تبدیل کر دیا گیا ہے اور پہلے دونوں خلفاء کے احکام بدل دیئے گئے ہیں آکر اس کا علاج کیجئے۔ حضرت طلحہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ مصریوں اور کوفیوں دونوں کو عثمان کے خلاف

بھڑکاتے تھے طلحہ نے انہیں کہا عثمان کو کوئی پرواہ نہیں جب تک چاہو محاصرہ کئے رہو، اسے کھانا پینا پہنچ رہا ہے۔ اس لئے اس تک پانی پہنچے۔ (ص ۳۸)

حضرت عائشہ قتل عثمان پر روتی ہوئی نکلیں تو حضرت عمار نے کہا کل تو آپ لوگوں کو اس کے خلاف اکساتی تھیں اور آج روتی ہو۔ (ص ۴۷)

حضرت عائشہ نے کہا اللہ کی قسم عثمان مظلوم قتل ہوئے ہیں میں اسکے خون کا مطالبہ کرونگی۔ تو عبید نے کہا کہ سب سے پہلے طعن و تشنیع کرنیوالی تو آپ ہی ہیں آپ نے کہا۔ نعثل بدکار کو قتل کردو۔ تو حضرت عائشہ نے کہا اللہ کی قسم میں نے اور لوگوں نے کہا تھا۔ (ص ۵۳)

حضرت عمرو بن العاص نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو خط لکھ کر پوچھا عثمان کو کس نے قتل کیا ہے سرغنہ کون تھا تو حضرت سعد نے جواب لکھا تلوار عائشہ نے سونتی طلحہ نے اسے صیقل کیا۔ علی نے زہر آلود کیا زبیر نے خاموش رہ کر ہاتھ سے اشارہ کیا ہم نے ہاتھ روکا اگر چاہتے تو ان کا دفاع کرسکتے تھے۔ (ص ۴۸)

سیرت معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عرب کے مشہور و معروف اور ممتاز قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو امیہ کے چشم و چراغ ہیں اور نجیب الطرفین ہیں ان کے ددھیال اور ننھیال دونوں ہی قریش میں ایک ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔

قریش میں بنو امیہ کا مقام:۔

دکتور ابراہیم حسن لکھتے ہیں امیہ سادات قریش سے تھا اور شرف و رفعت میں اپنے چچا ہاشم بن عبد مناف کا ہم پلہ تھا وہ تاجر اور کثیر المال والعیال تھا اور اس کی اولاد سے دس افراد نے شرف وسیادت میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ (تاریخ الاسلام ج ا ص ۲۲۴۔ ۲۷۷)

علامہ ابن خلدون ولایت عہد کے لئے شان و شوکت کی ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں عربی عصبیت کی بنا پر عربوں کی قیادت وسیادت کا مقام مضر کو حاصل تھا مضر میں امارت وسیادت کے مقام پر قریش فائز تھے اور قریش میں یہ مقام و مرتبہ عبد مناف کو حاصل تھا۔

"وعصبية عبدمناف انما كانت في بني امية تعرف ذالك لهم قريش و سائرالناس ولا ينكرو نه" (مقدمہ ابن خلدون ۱۷۱)

عبد مناف کی عصبیت بنوامیہ کو حاصل تھی قریش اور تمام لوگ اس سے آگاہ تھے کوئی بھی اس کا منکر نہ تھا۔

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی "مصنف عبدالرزاق" کے حاشیہ نمبر۴ میں ایک روایت نقل کرتے ہیں قصی نے جب اپنی اولاد میں مفاخرومکارم تقسیم کئے تو جیوش وعساکر کی قیادت عبد مناف کے سپرد کی عبد مناف کی اولاد میں یہ منصب عبد شمس کو حاصل ہوا۔ عبد شمس سے یہ منصب امیہ کی طرف منتقل ہوا اور امیہ کی اولاد سے حرب کو ملا اور حرب کی اولاد میں یہ شرف ابوسفیان کے حصہ میں آیا۔ (ج ۵ ص ۴۵۲)

بنوامیہ کا مقام حضرت علیؓ کی نظر میں:۔

قریش میں بنوامیہ کا مقام ومرتبہ بیان کرتے ہوئے حضرت علی فرماتے ہیں "ارزننا احلاما اخو تنا بنو امية" ہمارے بھائی بنوامیہ ہم میں علم وفراست میں بھاری بھرکم ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۴۵۲)

دوسری روایت میں ہے اما اخوانا بنو امية فادبة زادة ہمارے بھائی بنو امیہ لوگوں کو طعام وخوراک کی دعوت دینے والے عزت وحرمت کا دفاع وحمایت کرنے والے ہیں (ص ۴۵۲) مولانا اعظمی نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض روایات میں ادبة قادة آیا ہے اور بعض میں "قادة زادة" آیا ہے اور قادۃ کا معنی ہے "انهم يقودون الجيوش" کہ وہ لشکروں کی قیادت کرنے والے ہیں۔

ابوسفیان جو حضرت معاویہ کے والد محترم ہیں انکے بارے میں علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔

آپ ایام جاہلیت میں قریش کے معزز افراد میں شمار ہوتے تھے تاجروں کو اپنا مال اور قریش کے اموال دے کر شام روانہ کرتے تھے اور کبھی خود بھی چلے جایا کرتے تھے۔ رؤسائے قریش کا جھنڈا جو عقاب کے نام سے معروف تھا آپ کے پاس تھا اور اس کو صرف سردار ہی رکھ سکتا تھا۔ جب جنگ کا بازار گرم ہوتا قریش جمع ہو کر وہ جھنڈا سردار کے ہاتھ میں تھما دیتے

تھے جاہلیت کے دور میں قریش میں تین اشخاص عقبہ، ابوجہل اور ابوسفیان ہی رائے وتدبیر میں سب پر فائق مانے جاتے تھے (تذکرہ کاتب وحی سیدنا معاویہ ص ۴۳-۴۴)۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں ابوسفیان کان من دھاۃ العرب ومن اھل الرائی والشرف فیھم (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۰۶)۔

ابوسفیان عربوں کے انتہائی مدبر لوگوں میں سے تھا اور وہ صاحب رائے اور مقام وشرف کا حامل تھا۔

بنوامیہ کا سردار ہونے کی بناء پر قریش کی حضور کے ساتھ تمام لڑائیوں میں قیادت ابوسفیان نے کی جنگ بدر کا سبب ابوسفیان کا تجارتی قافلہ تھا اس لئے اس کی قیادت اس کے سسر عقبہ نے کی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"الناس کالمعادن خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا" لوگ معدنیات کی کانوں کی طرح ہیں جو لوگ جاہلیت کے دور میں بہتر تھے۔ وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جبکہ دین کی سوجھ بوجھ پیدا کرلیں۔

جس طرح جاہلیت کے دور میں قریش کے ہاں امویوں کی سیادت وقیادت مسلمہ تھی اسلام لانے کے بعد بھی ان کی اسی حیثیت کو تسلیم کیا گیا۔ ایک طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تین بچیوں کا رشتہ عبد شمس کے خاندان میں کیا بنوہاشم کو صرف ایک بیٹی دی۔ دوسری طرف آپ کے دور مبارک میں جس قدر عہدے اور مناصب اسی خاندان کے پاس تھے قریش کا کوئی دوسرا گھرانہ اس کی مثال نہیں پیش کرسکتا۔

حافظ ابن تیمیہ اپنی بے مثال تصنیف منہاج السنہ میں لکھتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بنوامیہ کے افراد کو عامل (والی) مقرر فرمایا اور آپ کی وفات کے بعد ابوبکر اور عمر نے آپ کی پیروی کی حالانکہ ان کی ان کے ساتھ رشتہ داری نہ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کسی قریش خاندان کے عمال وحکام عبد شمس کی اولاد سے بڑھ کر نہ تھے۔ "لانھم کانوا کثیرین وکان فیھم شرف وسودد" کیونکہ یہ لوگ تعداد میں بھی بہت تھے، ان کا شرف اور سیادت بھی مسلمہ تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اسلام کے قوت واقتدار کے دور میں تمام روئے زمین سے افضل واشرف شہر مکہ مکرمہ کا والی عتاب بن اسید بن ابی العاص بن امیہ کو مقرر فرمایا۔ نجران کی ولایت ابوسفیان بن حرب بن امیہ کے سپرد فرمائی۔ خالد بن سعید بن العاص کو بنو مذحج کے صدقات اور صنعائے یمن کا والی مقرر فرمایا۔ اور وہ آپ کی وفات تک اسی منصب پر فائز رہے۔ تیماء، خیبر اور عرینہ کی بستیوں کا حاکم عثمان بن سعید بن عاص کو مقرر کیا۔ بحرین کی امارت ابان بن سعید بن العاص کے حوالہ فرمائی۔ (منہاج السنۃ ج ۳ ص ۱۷۵۔۱۷۶)

استاذ کرد علی نے "اسلامی انتظامیہ کے عنوان" سے اپنے خطبات میں (الطبری) کے حوالہ سے بیان کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاملوں (حکومت کے علاقائی ذمہ دار گورنر یا حکام) میں دو تہائی عامل بنو امیہ میں سے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر عاملوں کے انتخاب میں ان کی صلاحیتیں اور کارکردگی کی قوت پیش نظر رہتی تھی۔ آپ نے ان اشخاص کو منتخب نہیں فرمایا جو امور نظم وضبط سے نابلد ہوں اور ان کے اندر عمل کی کمزوری ہو۔ یہ بات اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ فوجوں کی سربراہی سیاسی امور کی دیکھ بھال اور حکومت کے انتظام کو سنبھالنے کے لئے اشخاص کا انتخاب سربراہ مملکت کی ذمہ داری ہے۔ اس سلسلہ میں دولت یا خاندان شرافت وعزت، طویل رفاقت ومحبت یا کبر سنی پر فیصلہ نہیں ہوتا۔ بلکہ جو صلاحیت دیکھی جاتی ہے وہ مسلم کام کی صلاحیت اور جو امور اس سے متعلق کئے گئے ہوں ان کی بجا آوری کی قابلیت ہے اور یہ کہ اس کی پالیسی (حکیمانہ) اور صحیح رخ پر کام کرتی ہو۔ (المرتضی ص ۲۱۰)

حضرت معاویہ کے بھائی یزید الخیر کو ان کے ننھیال بنو فراس کے صدقات کی وصولی کے لئے مقرر فرمایا۔ پھر تیماء کا امیر مقرر کیا۔ (المحبر لابی جعفر ص ۱۲۶)

خود حضرت معاویہؓ کو بعض دفعہ آپ نے بعض امور کی سرانجام دہی پر مقرر فرمایا۔ جب حضرت وائل بن حجر مسلمان ہوئے اور آپ نے اسے ایک قطعہ زمین عطا فرمانے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے حضرت معاویہ کو فرمایا اس کے ساتھ جاکر اسے ایک حلقہ زمین متعین کر دو۔ اس لئے حضرت معاویہ یہ کہتے تھے حضور اکرم ﷺ معصوم تھے آپ نے مجھے یہ کام سپرد فرمایا۔

(التاریخ الکبیر للامام بخاری ج ۴ القسم الثانی ص ۱۷۵-۱۷۶)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جو کام ایک خاندان میں چند پشتوں تک جاری رہے اس خاندان کے افراد میں اس کام کا ملکہ اور سلیقہ بدرجہ اتم پیدا ہو جاتا ہے بنوامیہ کے افراد میں نظم ونسق اور انتظامی امور کی صلاحیت خاندانی وراثت کے طور پر موجود تھی۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین نے ان کی اس صلاحیت واستعداد سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

حضرت معاویہؓ کی ولادت:-

آپ بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔ آپ نجیب الطرفین ہیں یعنی ماں باپ دونوں طرف سے عبد شمس کی اولاد سے ہیں عبد شمس ہاشم کا حقیقی بھائی تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاویہ کا پانچواں دادا ایک ہی ہے جو عبد مناف کے نام سے معروف تھا۔ آپ کے باپ ابو سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عباس ہیں اور آپ کی ماں ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ ابو سفیان کو خاندان میں کیا مقام و مرتبہ حاصل تھا اس کے لئے حضرت معاویہ کی ماں ہند اور اسکے باپ عقبہ کے درمیان جو مکالمہ ہوا اس کا جاننا کافی ہے ہند نے اپنے باپ سے کہا کہ میں اپنی مرضی کی مالکہ ہو چکی ہوں اس لئے میری شادی کرنے سے پہلے میرے خاوند کے بارے میں مجھے آگاہ کرنا۔ اس نے جواب دیا ایسے ہی ہو گا۔ پھر اس نے ایک دن ہند سے کہا تیری قوم کے دو آدمیوں نے شادی کا پیغام بھیجا ہے میں تمہیں دونوں میں سے کسی کا نام نہیں بتاؤں گا۔ ہاں ان کے اوصاف وصفات سے آگاہ کرتا ہوں۔ پہلا شخص پائیدار شرف اور اونچے نسب کا مالک ہے۔ تم اس کی غفلت کے سبب اسے بدھو خیال کرو گی حالانکہ یہ اس کی نرم خوئی کا نتیجہ ہے اچھی صحبت اور بہتر خواب والا ہے اگر تم اس کی متابعت کرو گی تو وہ تمہادی متابعت کرے گا اور اگر انحراف بھی کرو گی تو وہ تمہارے ساتھ ہو گا۔ تم اسکے مال پر اسکی منشاء کے خلاف فیصلہ کر سکو گی۔ اور اسکی کمزوری کے سبب اپنی رائے پر اکتفا کر سکو گی۔ رہا دوسرا شخص تو وہ بڑے مغرور حسب والا ہے اور بہت گہری سوجھ بوجھ کا آدمی ہے اپنے نسب کا ماہ کامل اور اپنے خاندان کی ناک ہے وہ خود اہل خانہ کو ادب دیتا ہے اہل خانہ اسے ادب نہیں دیتے۔ اس کی پیروی کرتے ہیں تو ان کیساتھ سہل پسندی سے کام لیتا ہے۔

لیکن اگر اس سے دامن کش ہوتے ہیں تو انہیں سختی میں ڈال دیتا ہے غیرت مند زود شگون اور زنان خانہ کو سخت پردے میں رکھنے والا ہے اگر بھوکا ہو تو مال کی کمی کے سبب نہیں۔ اور اگر کسی سے جھگڑے میں پڑ جائے۔ تو اسے دبایا نہیں جاسکتا۔ لو میں نے تمہیں دونوں کے حالات بتا دیئے ہیں۔

ہند نے کہا پہلا شخص تو ایسا سردار ہے جو اپنی شریف بیوی کو ضائع کر دے گا۔ اس کی ہمنوائی اس طرح کرے گا کہ اگر اسکی عورت کی حفاظت نہ کی گئی تو قوی امکان ہے کہ وہ انکار کے بعد نرم پڑ جائے۔ اور اپنی غلط کاری میں ضائع ہو جائے گی اگر وہ بچہ جنے گی تو وہ احمق ہو گا اور اگر ہوشیار ہو گا تو ماں کی غلط کاری کا نتیجہ ہو گا ایسے شخص کا ذکر نہ کیجئے۔ اور میرے سامنے اس کا نام نہ لیجئے۔

رہا دوسرا شخص تو یہ ایک آزاد شریف عورت کا شوہر ہو سکتا ہے مجھے اسکے اطوار واقعی پسند ہیں اور آمد و رفت کی کمی کیساتھ شوہر کے ادب پر کاربند ہوں گی۔ میرے اور اسکے تعلق سے وجود میں آنے والی نسل اس بات کی اہل ہو گی کہ اپنی قوم کی عزت کا دفاع کر سکے اور حوادث کے ہنگاموں میں بزدل اور دوں ہمت ثابت نہ ہو۔ وہ کون شخص ہے عتبہ نے کہا وہ ابو سفیان بن حرب ہے۔ ہند نے کہا ٹھیک ہے اس سے شادی کر دیں لیکن مجھے اس کے پاس ڈھیلی ڈھالی گرفت والے آدمی کی طرح نہ چھوڑیں اور نہ بذخواہ کی طرح معاملہ کریں بلکہ اللہ سے جو آسمان میں ہے استخارہ کریں وہ اپنے علم سے آپ کے لئے اچھا ہی مقدر کرے گا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۳۵-۲۳۶۔ بحوالہ معاویہ بن ابی سفیان ایک مجاہد صحابی مترجم ۳۷-۳۸)

یہ ہے ابو سفیان کی شخصیت مکہ کے ایک رئیس کی نظر میں اور عتبہ بن ربیعہ جس نے ابو سفیان کی شخصیت کا تجزیہ و تحلیل پیش کی ہے وہ کس رتبہ کا حامل تھا اس کا پتہ اس گفتگو سے چل سکتا ہے۔ جو ابو سفیان اور اس کے ہم دم امیہ بن ابی الصلت کے درمیان ہوئی۔

امیہ نے ابو سفیان سے پوچھا مجھے عتبہ بن ربیعہ کے بارے میں بتایئے کیا وہ مظالم اور محارم سے اجتناب کرتا ہے۔ میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ پوچھا صلہ رحمی کرتا ہے۔ اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ پوچھا وہ کریم الطرفین اور قبیلہ کا بہترین فرد ہے

میں نے کہا نہیں بلکہ وہ بہت مال دار ہے۔ پوچھا اس کی عمر کتنی ہے میں نے کہا سو سال سے زائد پوچھا شرف عمر اور حال نے اس کی عزت کو کم کیا ہے۔ میں نے کہا یہ چیزیں اس کی تحقیر کا باعث کیوں ہوں گی۔ بلکہ اس کی خیر و خوبی میں اضافہ کا باعث ہیں اس نے کہا کہ وہ ایسا ہی ہے۔ (البدایتہ والنھایتہ ج ۲ ص ۲۲۲)

ابو سفیان کا ایمان لانا:۔

حضرت معاویہؓ کی والدہ اور والد فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے جبکہ فتح مکہ سے پہلے وہ اسلام کے انتہائی شدید دشمن رہے تھے۔ اس لئے لوگ ان سے انقباض سے پیش آتے یہ چیز ابو سفیان جیسے ذہین و فطین انسان کے لئے انتہائی دکھ کا باعث تھی۔ وہ ایک عرصہ تک اسلام کی جڑ کاٹنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اس لئے اس تاریک پہلو کو ختم کرنے کی کوئی تدبیر کرنی چاہیے۔ آخر گہری سوچ بچار اور شدید ذہنی کاوش کے بعد انہیں اس کا ایک حل سوجھا' وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے مرحبا کہتے ہوئے ان کا استقبال کیا اور اپنے قریب بٹھایا۔ ابو سفیان نے کہا اے اللہ کے نبی میں تین چیزیں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بتایئے ابو سفیان نے کہا میرے پاس عرب کی سب سے جمیل عورت عزۃ بنت ابی سفیان ہے۔ میں اسے آپ کے عقد میں دینا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا یہ میرے لئے حلال نہیں ابو سفیان نے کہا آپ معاویہ کو کاتب رکھ لیں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے ابو سفیان نے کہا مجھے سالار لشکر بنا دیں میں جس طرح مسلمانوں سے لڑا تھا کافروں سے لڑوں گا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے (صحیح مسلم بحوالہ معاویہ بن ابی سفیان ایک مجاہد صحابی۔ البدایہ ج ۸ / ص ۲۱)

فتح مکہ کے بعد ابو سفیان نے حنین و طائف کی لڑائیوں میں حصہ لیا۔ طائف کی لڑائی میں ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ کی راہ میں میری آنکھ ختم ہو گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر چاہو تو میں دعا کرتا ہوں آنکھ ٹھیک ہو جائے گی۔ اگر چاہو تو اس کے عوض جنت حاصل کرو گے۔

ابو سفیان نے کہا جنت منظور ہے۔ (الاصابہ مع الاستیعاب ج ۲ ص ۱۷۳)

ان کی دوسری آنکھ جنگ یرموک میں ضائع ہو گئی جب وہ اپنے بیٹے یزید کی ماتحتی میں لڑ رہے تھے سعید بن المسیب اپنے والد مسیب سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں آوازیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ صرف ایک آدمی کی آواز آ رہی تھی جو دعا کر رہا تھا اے اللہ کی امداد جلد پہنچ میں نے دیکھا تو وہ ابو سفیان تھا (الاصابہ مع الاستیعاب ج ۲ ص ۱۷۳)

امام ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ جنگ یرموک میں جہاد کی ترغیب دیتے تھے اور چیخ کر کہہ رہے تھے "یا نصر اللہ اقترب" وہ گھوڑا سوار دستوں کو ابھارتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ کہ اللہ سے طالب مدد ہو تم اسلام کے محافظ اور عربوں کا دفاع کرنے والے ہو اور یہ شرک کے انصار اور رومیوں کے محافظ ہیں اے اللہ یہ تیری رحمت کے ظہور کا دن ہے "اللھم انزل نصرک" اے اللہ اپنی مدد نازل فرما (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۰۶)

لیکن ایک شیعٔی ناقد بزعم خویش تاریخ کا ماہر سید ذوالقرنین زیدی مکھی کی طرح گندگی پر بیٹھتے ہوئے حضرت امیر معاویہؓ تاریخ کے آئینہ میں۔ ایک ضعیف روایت نقل کرنے پر بڑا خوش ہے۔ لکھتا ہے جنگ یرموک میں ابو سفیان رومیوں کا غلبہ دیکھتے تو کہتے کہ شاباش روم کے بہادرو اور جب مسلمانوں کا غلبہ دیکھتے تو کہتے کہ افسوس روم کے بادشاہوں کا نام مٹتا ہوا نظر آتا ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے اس بات کا تذکرہ اپنے باپ زبیر سے کیا تو انہوں نے کہا کہ خدا اس کا برا کرے یہ نفاق سے باز نہیں آئے گا۔

زیدی صاحب نے اس کے لئے الاستیعاب کا حوالہ دیا ہے لیکن میرے پاس جو الاصابہ کے ساتھ الاستیعاب کا نسخہ موجود ہے اس میں باب صخر کے تحت پہلا ترجمہ صخر بن حرب بن امیہ کا ہے لیکن اس میں یہ واقعہ موجود نہیں ہے۔ (الاصابہ ج ۲ ص ۱۸۳) کے نچلے حصہ میں یہ ترجمہ موجود ہے۔ اور ص ۱۸۴ تک جاتا ہے۔ الاصابہ ص ۱۷۳ پر عبداللہ بن زبیر سے روایت نقل کی گئی ہے لیکن وہ اس قدر زہر آلود نہیں اور حافظ ابن حجر نے اس کو بھی درست تسلیم نہیں کیا، حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں "وکان ابوہ (معاویہ) من سادات قریش وتفرد بالسؤدد بعد یوم بدر ثم لما اسلم حسن اسلامہ وکان

له مواقف شريفة و آثار محمودة في يوم اليرموك وماقبله وما بعده" (البدایہ ج ۸ ص ۱۱۷)

حضرت معاویہ کے والد قریش سرداروں میں سے تھے جنگ بدر کے بعد وہ سرداروں میں منفرد حیثیت کے مالک بنے۔ پھر بعد میں جب مسلمان ہوئے تو ان کا اسلام حسن وخوبی سے مرصع تھا۔ اور جنگ یرموک سے پہلے اور بعد بلند وبالا اور قابل تعریف کارنامے سرانجام دیئے۔

ابوسفیان بطور بت شکن :۔

قبول اسلام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے دل میں توحید کی عظمت کا نقش قائم کرنے اور معبودان باطلہ سے نفرت کے عملی اظہار کے لئے قدید کے مقام پر منات نامی بت ڈھانے کے لئے مامور فرمایا۔ ابوسفیان نے وہاں پہنچ کر اس کو پاش پاش کر ڈالا اور ایمانی غیرت وحمیت کا عملی ثبوت فراہم کردیا۔ (الاصابہ مع الاستیعاب ج ۲ ص ۱۷۲)

مرتد کو جہنم رسید کرنا:۔

حافظ ابن کثیر اپنی مشہور و معروف تفسیر میں لکھتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو یمن کے بعض حصہ کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے تو ابوسفیان نے واپسی اختیار کی۔ راستہ میں ذوالحمار نامی مرتد سے ملاقات ہوئی تو اس سے لڑائی لڑی "فكان اول من قاتل في الردة و جاهد عن الدين" تو اس طرح وہ پہلے شخص ہیں جس نے ارتداد کے خلاف جنگ لڑی اور دین کی طرف سے دفاع کیا۔

لیکن اس کے برعکس سید ذوالقرنین زیدی لکھتا ہے برطانیہ کا عظیم مورخ گبن اپنی شہرہ آفاق کتاب میں لکھتا ہے کہ ابوسفیان نے دین محمدی کی کس شدومد سے مخالفت کی اور اس کی مخالفت کتنے طویل عرصے پر محیط ہے آخرکار وہ مسلمان بھی ہوا تو بے حد تامل کیساتھ اور اس نے یہ دین محض اسلئے قبول کیا کہ ضرورت وقت اور مفاد کا یہی تقاضا تھا۔ (ص ۳۱) یہ ہے عصر جدید کی تحقیق کا شاہکار جسے بڑے فخریہ انداز سے پیش کیا گیا ہے اور پوری کتاب اس تحقیق کا

نمونہ ہے۔ ہر جگہ معاویہ اور اس کے خاندان کے خلاف بھڑاس نکالی گئی ہے۔

ہند کا اسلام لانا:۔

ہند کفر کے دور میں اسلام کی شدید مخالف تھی اور اس نے جنگ احد میں حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا۔ اس لئے انتہائی خوف و خطرہ محسوس کرتے ہوئے نقاب اوڑھ کر دوسری عورتوں کیساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ابن اسعد لکھتے ہیں جب مکہ کی فتح کا دن تھا ہند بنت عتبہ اور اس کے ساتھ تو دوسری عورتوں نے اسلام قبول کیا یہ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابطح مقام میں حاضر ہوئیں اور آپ سے بیعت کی اس کے بعد ہند نے گفتگو کی کہ اے اللہ کے رسول "الحمد الله الذی اظهر الدین الذی اختاره شکر کا مستحق اللہ ہے۔ اس نے اپنے پسندیدہ دین کو غالب فرمایا۔ لتنفعنی رحمک آپ سے رشتہ داری یقیناً میرے لئے نافع ہوگی اے محمد میں ایک عورت ہوں اللہ پر ایمان لائی ہوں اور اس کے رسول کی تصدیق کرتی ہوں۔ پھر چہرے سے نقاب اٹھاتے ہوئے عرض کی میں ہند بنت عتبہ ہوں آپ نے فرمایا "مرحبا لک" تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں (الطبقات الکبری ج ۸ ص ۲۳۶)

بخاری شریف کتاب المناقب میں ہے ہند نے عرض کی اے اللہ کے رسول اب سے پہلے کسی گھرانہ کی ذلت و رسوائی آپ کے گھرانہ کی ذلت و رسوائی سے زیادہ پسند نہ تھی۔ مگر اب صفحہ زمین پر کسی کے گھرانہ کی عزت و توقیر آپ کے گھرانہ کی عزت و توقیر سے زیادہ محبوب و عزیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ایضاو الذی نفسی بیده بقول ابن تین انا ایضابالنسبة الیک مثل ذالک میرے جذبات بھی تمہارے لئے ایسے ہی ہیں اور بقول بعض ایضا ستزیدین فی المحبة تیرے اس جذبہ محبت میں اور ترقی ہوگی (فتح الباری ج ۸/ ۱۴۲ البدایتہ ج ۸ ص ۱۲۳ باب ذکر ہند بنت عتبہ)

طبقات ابن سعد کے الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا "و زیادہ" ترقی ہو گی۔ پھر آپ نے عورتوں کو قرآن سنایا اور بیعت لی۔ عورتوں میں سے ہند کہنے لگی نصافحک ہم آپ سے مصافحہ کریں تو آپ نے فرمایا انی لا اصافح

النساء میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ (فتح الباری ج ۸/ ۱۴۲ البدایۃ ج ۸ ص ۱۲۳ باب ذکر ہند بنت عتبہ)

قبول اسلام کا ہند پر اثر :۔

ابن سعد لکھتے ہیں جب ہند مسلمان ہو گئی تو اپنے گھر میں رکھے ہوئے بت کو کلہاڑا مارنا شروع کیا حتی فلذتہ فلذۃ فلذۃ وھی تقول کنا منک فی غرور حتی کہ اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور کہہ رہی تھی ہم تیری وجہ سے دھوکے میں مبتلا تھے۔ (الطبقات ج ۸ ص ۲۳۷)

ہند کی وفات ۱۴ھ میں حضرت عمرؓ کے دور میں ہوئی اور ابو سفیان کی ۳۱ھ میں حضرت عثمان کے دور میں۔

حضرت معاویہؓ کی تعلیم و تربیت :۔

والدین نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی اہل عرب جن امور کو انسان کی رجولیت کے لئے باعث فخر و کمال تصور کرتے تھے یعنی شہسواری تیراندازی، نیزہ بازی، شمشیر زنی، نسب زنی اور خطابت ان میں آپ نے امتیازی مقام حاصل کیا۔ اس دور میں پڑھنے، لکھنے کا رواج بہت کم تھا۔ عرب پر جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی سایہ فگن تھی۔ قریش میں چند گنے، چنے افراد ہی پڑھے لکھے۔ ان حالات میں آپ کے والدین نے آپ کو پڑھنا لکھنا سکھایا۔ ان صفات حمیدہ کے علاوہ وہی صفات عالیہ شجاعت و بسالت جود و سخا، تحمل و برداشت و بلند حوصلگی، سنجیدگی و متانت اصابت فکر و رائے، صبر و ثبات، عزیمت و استقامت وغیرھا صفات محمودۃ بدرجہ اتم موجود تھیں۔

شکل و صورت اور چال ڈھال :۔

آپ صورتاً وجیہہ و شکیل اور حسین و جمیل تھے رنگ سرخ و سپید، قد بلند و بالا، ڈاڑھی زرد رنگ کے استعمال سے سونے کی طرح چمکدار، چال ڈھال اور وضع قطع پر عظمت تھی اور رعب و داب میں لاجواب تھے۔

معاشرت:۔

بچوں کے ساتھ بچہ بن جاتے، ہم عمروں کیساتھ تو مساویانہ سلوک روا رکھتے، عمر رسیدہ بزرگوں سے ادب واحترام سے پیش آتے اور ان کی تعظیم و توقیر میں کوتاہی نہ برتتے۔ ارباب فضل وکمال اور اصحاب رسول کی عزت افزائی کرتے آپ لوگوں کیساتھ بڑی فراخدلی اور کشادہ پیشانی سے پیش آتے ہر چھوٹے بڑے کی بات بغور سنتے۔ اور سب کے حقوق کا خیال کرتے حفظ مراتب کو نظر انداز نہ کرتے شدید ترین ابتلاء و آزمائش میں ثابت قدم رہتے۔ عدل وانصاف کیساتھ کرم گستری آپ کا شعار تھا۔ چھوٹے بڑے مسائل میں کتاب وسنت کو مشعل راہ بناتے تھے۔

آپ کا اسلام لانا:۔

حضرت معاویہ نے صلح حدیبیہ کے دن اسلام قبول کرلیا تھا البتہ وہ قریش کے دوسرے نوجوانوں کی طرح اسے پوشیدہ رکھتے تھے کیونکہ حالات ابھی سازگار نہیں تھے۔ صلح حدیبیہ کی شرطوں میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ کا جو فرد مسلمان ہو کر مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگا آپ کو اسے مشرکین مکہ کے حوالے کرنا ہوگا۔ اس شرط کے سبب بہت سے نوجوان اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے کیونکہ ابو جندل کا انجام ان کے سامنے تھا۔

حضرت معاویہ کا بیان ہے جب حدیبیہ کے سال مشرکوں نے آپ کو بیت اللہ سے روکا اور آپس میں صلح نامہ تحریر کیا" وقع الاسلام فی قلبی فذکرت لامی "اسلام میرے دل میں اتر گیا اور میں نے والدہ سے تذکرہ کیا تو اس نے مجھے والد کی مخالفت کرنے سے روکا۔ اس لئے میں نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا۔ اللہ کی قسم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے روانگی اختیار کی۔ تو میں آپ کی تصدیق کرچکا تھا اور جب عمرہ کے لئے اگلے سال مکہ میں داخل ہوئے تو میں مسلمان تھا میرے والد کو پتہ چلا تو اس نے ایک دن مجھے کہا "اخوک خیرمنک وھو علی دینی" تمہارا بھائی تجھ سے بہتر ہے جو میرے دین

پر ہے میں نے عرض کی میں نے ذاتی بھلائی میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

میں نے فتح مکہ کے دن اسلام لانے کا اظہار کیا "**فرحب بی النبی صلی اللہ علیہ و سلم و کتبت لہ**" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خوش آمدید کہا اور میں آپ کا کاتب بن گیا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲۲، البدایہ ج ۸ ص ۱۱۷)

حافظ ابن حجر اصابہ میں نقل کرتے ہیں میں **عمرۃ القضا** سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا لیکن میں مدینہ کے لئے نکلنے سے ڈرتا تھا کیونکہ میری ماں مجھ سے کہتی تھی اگر تم نکلے تو تمہاری روزی بند کر دیں گے۔ (الاصابہ مع الاستیعاب ج ۳ ص ۴۳۳)

آپ کا جنگ بدر، احد اور خندق میں شریک نہ ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ شروع سے ہی اسلام کی طرف مائل تھے ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ جنگ احد اور خندق میں آپ کا والد سپہ سالار ہو اور آپ جنگ میں شرکت اختیار نہ کریں۔ بلکہ آپ اکیس بائیس سال کے کڑیل نوجوان تھے اور آپ کے ہم عمر بڑھ چڑھ کر ان جنگوں میں حصہ لے رہے تھے (تفصیلات کے لئے دیکھئے معاویہ کے دل پر اسلام کے تسلط کا عنوان معاویہ ابی سفیان (ایک مجاہد صحابی ہیں) فتح مکہ سے ایک دن قبل آپ کے والد ابو سفیان مسلمان ہو گئے تو آپ نے بھی مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور حصول شرف رفاقت اور دینی تعلیم و تربیت کی خاطر ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

فضائل و مناقب :۔

آپ میں بچپن سے ہی قیادت و سیادت کی استعداد و قابلیت کے آثار نمایاں تھے بچپن میں ایک صاحب فراست عربی نے آپ کو دیکھ کر کہا۔ "**ھذا الغلام سیسود قومہ**" یہ بچہ اپنی قوم کا سردار بنے گا۔ تو ہند نے کہا تھا اگر اس نے صرف اپنی قوم کا سردار بننا ہے تو اس پر موت آجائے۔

ایک دن آپ کے والد ابو سفیان نے بیٹے کو دیکھ کر کہا جبکہ وہ ابھی نوعمر ہی تھے۔ میرا یہ بیٹا بڑے سر والا ہے اور اپنی قوم کا سردار بننے کا اہل ہے۔ ہند نے جواب دیا اگر صرف اپنی قوم کا سردار ہے تو "**ثکلتہ ان لم یسد العرب قاطبہ**" (البدایۃ ج ۸ ص ۱۱۸)

اگر یہ تمام عربوں کی سیادت کا حامل نہ ہو۔ تو میں اس کو گم پاؤں یعنی یہ مرجائے۔

حضرت معاویہ کی صلاحیت و قابلیت اس کا سبب بنی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو کاتبین وحی میں داخل فرمایا۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام آئے۔ اور کہا کہ اے محمد ﷺ معاویہ کو سلام کہو۔ اور اپنے بارے میں بھلائی کے خواہاں رہو کیونکہ وہ اللہ کی کتاب اور وحی کے سلسلہ میں اللہ کے ہاں امین ہے اور بہترین امین ہے (البدایہ ج ۸ ص ۱۲۰)

حافظ ابن حزم لکھتے ہیں کتابت و تحریر کے سلسلہ میں آپ کے پاس سب سے زیادہ وقت زید بن ثابت رہے۔ اور فتح مکہ کے بعد معاویہ شریک ہو گئے۔ یہ دونوں آپ کے پاس کتابت کے لئے حاضر باش تھے وحی اور غیر وحی دونوں قسم کی چیزیں لکھے **لا عمل لهما غير ذالک** اس کے سوا کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ (جوامع السیرۃ ص ۲۷)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وحی کی کتابت کا کام جتنا نازک تھا اور اس کے لئے جس احساس ذمہ داری فرض شناسی، دیانت و امانت اور فہم و فراست کی ضرورت تھی وہ محتاج بیان نہیں ہے کیونکہ حضرت معاویہ وحی کی کتابت کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہونے والے فرامین اور خطوط بھی تحریر کرتے تھے (البدایہ ج ۸ ص ۱۲۱)

تحریر و کتابت کا معاملہ حضرت معاویہ کے حوالہ کرنا آپ کی دیانت و امانت عدالت و ثقاہت اور آپ کی قابلیت و صلاحیت احساس ذمہ داری اور فرض شناسی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد اور بھروسے کی انتہائی قوی اور روشن دلیل ہے کیا یہ کام کسی ایسے انسان کے سپرد کیا جا سکتا تھا جو دیانت و امانت، قابلیت و استعداد اور ذہانت و فطانت سے عاری ہو امین اور قابل اعتماد نہ ہو۔

زبان نبوت سے آپ کے حق میں دعائیں:۔

تاریخ و سیرت اور حدیث کی کتابوں میں عبد الرحمن بن ابی عمرہ المزنی کی روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا۔ آپ معاویہ بن ابی سفیان کے بارے میں دعا فرما رہے تھے۔

۱۔ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھدہ واھدبہ اے اللہ اسے ہدایت یافتہ راہ نمابنا اسے ہدایت دے اور ہدایت کا ذریعہ بنا۔ (البدایتہ ج ۸ ص ۱۲۱) (سیراعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲۵۔۱۲۶)

۲۔ ابن عباس، عرباض بن ساریہ، عمر بن العاص اور عبدالرحمن بن ابی عمیر رضی اللہ عنہم کی روایت ہے۔

اللھم علم معاویہ الکتاب والحساب وقہ العذاب (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۶ البدایتہ ج ۸ ص ۱۳۰۔۱۳۱)

اے اللہ معاویہؓ کو کتاب اللہ اور حساب سکھاوے اور اسے عذاب سے بچا۔

۳۔ حضرت وحشیؓ بیان کرتے ہیں کہ معاویہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے آپ نے پوچھا اے معاویہ تیرے جسم کا کونسا حصہ میرے ساتھ متصل ہے اس نے جواب دیا میرا پیٹ تو آپ نے فرمایا اللھم املاہ علما وحلما اے اللہ اسے علم وحلم سے بھردے (التاریخ الکبیر ج ۴ القسم الثانی ص ۱۸ سیراعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۳۷)

۴۔ حضرت مسلمہ بن خالد نے حضرت عمرو بن العاص کو اس وقت کہا جب حضرت معاویہ کھانا کھا رہے تھے۔ کہ تیرا یہ عمزاد بہت جلد جلد کھاتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں جبکہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اللھم علمہ الکتاب ومکن لہ فی البلاد وقہ العذاب (سیراعلام النبلاء ۳ ص ۱۳۵) اے اللہ اسے کتاب اللہ سکھا۔ شہروں کا اقتدار بخش اور عذاب سے بچا۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن عمیر کو حمص کی ولایت سے معزول کر دیا۔ اور حمص کو بھی معاویہ کی تولیت میں دے دیا۔ لوگوں نے اس پر تبصرہ شروع کر دیا تو حضرت سعد نے کہا معاویہ کا ذکر خیر ہی کرو۔ کیونکہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اے اللہ اس کو باعث ہدایت بنا۔ (سیراعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دعاؤں کا ہی یہ اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ کو علم وفہم کا وافر حصہ بخشا، حلم، تحمل و بردباری اور قوت برداشت سے نوازا۔ انہیں

بے شمار لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا بے شمار علاقے ان کی کوششوں سے فتح ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان سے اسلام کا بول بالا ہوا۔ ان کو سیاست مدینہ، تدبیر منزل اور مملکت کے انتظام وانصرام کا ملکہ راسخہ نصیب ہوا۔

حضور کا آپ کی فہم و فراست پر اعتماد:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیش آمدہ مسئلہ میں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے رائے طلب کی۔ انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا علی تم مجھے کوئی مشورہ تو دو پھر فرمایا "حضرت معاویہ کو بلاؤ ابوبکرؓ و عمرؓ نے عرض کی حضور اور دو قریشی مردان کار ایک کام کے لئے کافی نہیں ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قریشی نوجوان کو بلوا رہے ہیں آپ نے فرمایا معاویہؓ کو بلاؤ جب وہ آپ کے سامنے آکھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا احضروا امرکم واشھدوہ امرکم فانہ قوی امین (البدایۃ ج ۸ ص ۱۲۲)

اپنا معاملہ پیش کرو اور اس کے سامنے رکھو کیونکہ یہ قوی اور امین ہے۔

حافظ ابن کثیر نے مذکورہ بالا ادعیہ اور یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ واکتفینا لما اوردناہ من الاحادیث الصحاح والحسان والمستجادات ہم نے صرف صحیح حسن اور جید روایات پر اکتفا کیا ہے (ج ۸ ص ۱۲۲)

آپ کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئیاں:۔

حضرت معاویہؓ نے ایک دن حضور کے دروازہ پر آکر دستک دی۔ آپ نے پوچھا کون ہے جواب ملا معاویہؓ آپ نے فرمایا اجازت دے دو معاویہؓ کان پر قلم رکھے اندر آئے آپ نے پوچھا معاویہؓ کان پر قلم کیسا ہے؟ عرض کی یہ وہ قلم ہے جسے میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے تیار کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ تمہارے نبی کی طرف سے تم کو بہتر جزا دے۔ بخدا میں نے تمہیں وحی الٰہی کی بنیاد پر کاتب بنایا ہے۔ میں چھوٹا بڑا کوئی کام وحی الٰہی کے بغیر نہیں کرتا۔ پھر فرمایا اگر اللہ تمہیں کوئی خلعت پہنائے تو تم کیسے رہو گے۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے

اللہ کے رسول اللہ انہیں کوئی خلعت پہنائے گا فرمایا ہاں لیکن اس میں کچھ پیچیدگیاں ہیں عرض کی آپ اس کے لئے دعا فرما دیجئے۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ اے اللہ اسے راہ راست پر قائم رکھنا۔ تباہی سے بچانا اور اے اللہ اسے دنیا و آخرت میں بخش دے (البدایۃ ج ۸ ص ۱۲۵)

حضرت معاویہؓ یہ سن کر نکلے تو انہیں یوں محسوس ہوا گویا انہیں ساری دنیا کی بادشاہی مل گئی ہو (معاویہؓ بن ابی سفیانؓ ایک مجاہد صحابی ص ۷۰)

۲۔ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے وضو کا برتن حضرت معاویہؓ پکڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل دیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دو دفعہ سر اٹھا کر معاویہؓ کو دیکھا اور وضو کرتے ہوئے فرمایا اے معاویہؓ اگر تمہیں حکمران بنایا جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل و انصاف سے کام لینا۔ حضرت معاویہؓ بیان کرتے ہیں آپ کے اس فرمان کی بنا پر میرے دل میں یہ بات بیٹھی کہ مجھے حکمرانی کی آزمائش سے گزرنا ہوگا۔ حتی کہ مجھے اس آزمائش سے دوچار ہونا پڑا (البدایہ ج ۸ ص ۱۲۳)

حضرت معاویہؓ نے ایک دن خطبہ دیتے ہوئے بتایا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کروا رہا تھا اور آپ نے سر اٹھا کر فرمایا تم میرے بعد میری امت کے معاملات کے والی بنو گے۔ جب یہ وقت آئے تو تم ان کے نیکو کاروں سے قبول کرنا اور غلط کاروں سے درگزر کرنا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۲۳)

۳۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا میں نے خلافت محض اس بنا پر قبول کرلی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان ملکت فاحسن" اگر حکمران بنو تو لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آنا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۲۳)

۴۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلے جا رہے تھے اور آپ کیساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی کچھ لوگوں نے شام کا تذکرہ کیا۔ ایک آدمی نے کہا شام ہماری طاقت میں کہاں ہے وہ تو رومیوں کے قبضہ میں ہے لوگوں میں معاویہؓ بھی موجود تھے اور ان کے ہاتھ میں لاٹھی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہؓ کے کندھے پر لاٹھی مارتے ہوئے فرمایا اللہ تمہارے

لئے اس کو کافی بنادیں گے (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲۷)

حضرت امیر معاویہؓ صحابہ کرام کی نظر میں:۔

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے لیس احد منا اعلم من معاویہؓ ہم میں سے کوئی بھی معاویہؓ سے بڑھ کر عالم نہیں۔ (السنن الکبریٰ ج ۳ ص ۲۶) ایک دن ابن عباس کے شاگرد رشید حضرت عکرمہ نے حضرت معاویہؓ پر اعتراض کیا کہ وہ ایک وتر پڑھتے ہیں تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس پر طعن نہ کیجئے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف رفاقت حاصل ہے ان کا طرز عمل درست ہے انہ فقیہ وہ فقیہ ہے (بخاری ج ۱ ص ۵۳۱)

حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا قول ہے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاویہؓ سے بڑا سردار نہیں دیکھا پوچھا گیا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بھی بڑھ کر تھے تو ایک کا جواب تھا ابوبکر و عمر اس سے بہتر و افضل تھے لیکن ما رایت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسود منہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس سے بڑا سردار نہیں دیکھا۔ (المنتقیٰ ص ۲۵۸، البدایہ ج ۸ ص ۱۳۵)

حضرت سعد بن ابی وقاص کا قول ہے میں نے حضرت عثمانؓ کے بعد معاویہؓ سے بڑھ کر حق کے مطابق فیصلہ کرنے والا نہیں دیکھا۔ حضرت ابو الدرداء نے اہل شام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا میں نے معاویہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جس کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو۔ (منہاج السنہ ج ۳ ص ۱۸۵ سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۳۷)

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت معاویہؓ کی انتظامی صلاحیت و قابلیت کو دیکھتے ہوئے فرمایا میں نے معاویہؓ سے زیادہ کسی کو اقتدار و اختیار کا اہل نہیں دیکھا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۳۵)

حضرت عمرؓ کے سامنے ایک دفعہ معاویہؓ پر تنقید کی گئی تو فاروق اعظمؓ نے فرمایا قریش کے اس جوان کی تنقیص مت کرو جو غصہ کے وقت بھی مسکراتا ہے اور جو کچھ اس کے پاس ہے اسے اس کی رضامندی کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس کے سر پر کی چیز کو حاصل کرنا ہو تو اس کے قدموں میں جھکنا پڑے گا (البدایہ ج ۸ ص ۱۲۴)

حضرت فاروق اعظم نے فرمایا تم قیصر و کسریٰ کی انتظامی صلاحیت سے تعجب کرتے ہو اور

معاویہؓ کو نظرانداز کرتے ہو حضرت علیؓ نے صفین سے واپسی پر فرمایا اے لوگو تم معاویہؓ کے اقتدار کو ناپسند مت کرو۔ اگر تم نے اسے گم کردیا تو دیکھو گے سرشانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کا پھل گرتا ہے۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۳۱)

حضرت قیصہ بن جابر کا قول ہے میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو معاویہؓ سے زیادہ بردبار، ان سے بڑھ کر سرداری کے لائق، ان سے زیادہ باوقار، ان سے زیادہ نرم دل اور نیکی میں ان سے زیادہ کشادہ دست ہو۔ (البدایہ ج ۹ ص ۱۳۵)

حضرت حسن صلح کے بعد جب مدینہ تشریف لائے تو ایک شخص نے معاویہؓ سے صلح کرنے پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا ایسی بات مت کرو۔ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ فرماتے تھے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ رات اور دن کی گردش اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک معاویہؓ کی حکمرانی قائم نہ ہو۔ (سیراعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۴۷، البدایہ ج ۸ ص ۱۳۱، المرتضیٰ ص ۳۲۳)

آپ کی علمی وفقہی قدر ومنزلت کے لئے یہی چیز کافی ہے کہ آپ سے عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ بن زبیر اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہم جیسے فقہاء صحابہ روایت نقل کرتے ہیں۔

معاویہؓ عہد نبوی میں :-

حضرت معاویہؓ نے کچھ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے آپ نے والی بنا کر مجھے اپنے امور میں دخیل بنایا۔ پھر ابوبکرؓ خلیفہ بنے انہوں نے مجھے والی بنایا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے مجھے عامل بنایا۔ عثمان خلیفہ بنے تو انہوں نے مجھے گورنری دی۔ میں نے کسی کے ساتھ تعاون کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ ہر ایک نے اپنی رضا و پسندیدگی سے عامل بنایا۔ (طبری ج ۵ ص ۸۷)

معاویہؓ عہد صدیقی میں :-

حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے تمام امور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے طریقہ اور منہاج کی پابندی کی جن لوگوں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتماد فرمایا تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی انہیں اعتماد کا اہل سمجھا چنانچہ مرتدین سے قتال کے لئے جو چار فوجیں ترتیب دیں ان میں سے ایک کا سپہ سالار یزید بن ابی سفیان کو بنایا اور پھر ان کو مدد فراہم کرنے کے لئے حضرت معاویہؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا پھر جب شام کی گورنری یزید بن ابی سفیان کے سپرد کی تو ان کی نصرت و اعانت کے لئے معاویہؓ کو ان کا نائب بنایا۔ (البدایہ ج ۷ ص ۳-۴)

شام کی جنگوں میں دونوں بھائیوں نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا بھرپور ثبوت فراہم کیا۔

(باقی آئندہ)